Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 03, October-December 2024, **PP**: 319-331
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

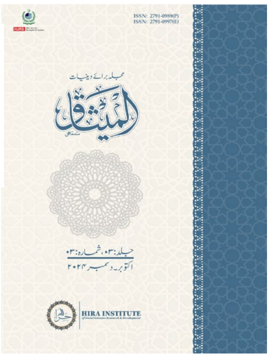

Article QR

شرعی اور وضعی قوانین کی روشنی میں عقدِ نکاح کے معیارات

The Standards of Nikāḥ Contract in the Light of Sharī'ah and Declaratory Laws

1. Ghulam Mustafa gmkhalidadv@gmail.com	*PhD Scholar,* *Department of Fiqh and Shariah,* *The Islamia University of Bahawalpur.*
2. Dr. Abdul Ghaffar abdul.ghaffar@iub.edu.pk	*Professor,* *Department of Islamic Studies,* *The Islamia University of Bahawalpur.*

How to Cite: Ghulam Mustafa and Dr. Abdul Ghaffar. 2024: "The Standards of Nikāḥ Contract in the Light of Sharī'ah and Declaratory Laws". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (03): 319-331.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
03-12-2024	26-12-2024	31-12-2024

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

شرعی اور وضعی قوانین کی روشنی میں عقدِ نکاح کے معیارات

The Standards of Nikāḥ Contract in the Light of Sharī'ah and Declaratory Laws

1. **Ghulam Mustafa**
PhD Scholar, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
gmkhalidadv@gmail.com

2. **Dr. Abdul Ghaffar**
Professor, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
abdul.ghaffar@iub.edu.pk

Abstract

Nikāḥ is the Arabic term for marriage, specifically in the context of Islamic tradition. It refers to the formal contract between a man and a woman, in which they agree to live together as husband and wife, with rights and responsibilities outlined for both parties. The Nikāḥ ceremony typically includes the recitation of specific verses from the Qur'ān, the presence of witnesses, and the agreement of a *mahr* (a dowry) from the groom to the bride. It is a religious and legal contract that holds spiritual, social, and legal significance in Islamic communities. Islamic marriage (Nikāḥ) is based on principles that aim to ensure mutual respect, responsibility, and companionship. In Islamic teachings, marriage is viewed as a partnership based on the mutual respect, trust and shared intentions. The requirement for mutual consent ensures that both the husband and wife are fully willing to enter into this lifelong commitment.

Keywords: *Mutual Consent, Nikāḥ Contract, Mahr (Dowry), Witnesses, Respect and Kindness.*

موضوع کا تعارف اور دائرہ کار

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جب سے حضرت انسان کو اس کائنات میں اپنا نائب بنا کر بھیجا اسی وقت سے اسکی جسمانی، روحانی اور معاشرتی پاکیزگی کیلئے دین اسلام کی شکل میں اسے بہترین اخلاقی ضابطے بھی مہیا کیے۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اسی لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانیت کیلئے ہر اس پاکیزہ عمل کا حکم صادر فرمایا جو فطری تقاضوں کے عین مطابق ہو نیز انسانیت کے دلوں میں معاشرتی زندگی کی لگن پیدا فرما کر اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے پاکیزہ معاشروں کے قیام کیلئے آسمانی ہدایات کا انتظام فرمایا۔ عقد نکاح کا حکم بھی ان الہامی تعلیمات میں سے ہے جس کے ذریعے انسانی جذبوں کی فطری تسکین اور معاشرتی تقاضوں کی پاکیزہ تکمیل ہوتی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں عقد نکاح معاشرتی زندگی کا ایک اہم رکن ہے جو زوجین کو جسمانی، روحانی اور معاشرتی تقاضوں پر مشتمل ضابطوں کا پابند بناتے ہوئے باہم رشتہ ازدواج میں منسلک کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی گزارنا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی منشاء جبکہ بغیر نکاح کے مجرد زندگی بسر کرنا غیر فطری اور ناپسندیدہ عمل ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ شروع تا آخر ہر شریعت میں نکاح کا حکم ملتا رہا۔ اپنے موضوع کی طرف آگے بڑھنے سے قبل اس کا مفہوم اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

لفظ نکاح عربی زبان سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی جمع کرنے کے بیان کیے گئے ہیں لیکن اس لفظ کا اطلاق مجامعت، مباشرت اور عقد پر بھی ہوتا ہے۔ نکاح کے شرعی معانی مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیے جاتے ہیں:

هُوَ عَقْدٌ يَرِدُ عَلٰى مِلْكِ الْمُتْعَةِ قَصْدًا۔[1]

نکاح ایک ایسے عقد کو کہا جاتا ہے کو اراد تاملک متعہ یعنی نفع اٹھانے پر وارد ہوتا ہے۔

امام ابو منصورالازہری نے بھی نکاح کے معنی کچھ اسطرح بیان کیے ہیں جسے علامی بدرالدین العینی نے اپنی تصنیف میں مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے:

أَصْلُ النِّكَاحِ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ: الْوَطْئُ، وَقِيْلَ لِلتَّزْوِيجِ: نِكَاحٌ لِأَنَّهٗ سَبَبُ الْوَطْئِ۔[2]

کلام عرب میں نکاح کا مطلب وطی یعنی عمل ازدواج ہے۔ تزویج یعنی شادی کرنے کو بھی نکاح اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ عمل ازدواج کا سبب ہوتا ہے۔

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ عربی لغت میں نکاح کے معنی ملنے اور ملانے کے ہیں کیونکہ مجامعت اور عقد دونوں ہی میں جمع ہونا اور ملنا پایا جاتا ہے جبکہ شرعی اصطلاح میں نکاح سے مراد وہ معاہدہ ہے جس کے نتیجے میں مرد اور عورت کے درمیان شرعی اصولوں کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہوتا ہے۔[3] گویا دین اسلام میں نکاح عورت اور مرد میں ایک پختہ شریفانہ عمرانی معاہدہ ہوتا ہے جس کے ذریعے مرد و عورت کے درمیان جنسی تعلقات جائز اور اولاد کا نسب صحیح ہو جاتا ہے۔ فقہ اسلامی کے مطابق عورت سے تمتع حاصل کرنے کا حق نکاح کہلاتا ہے۔ نکاح ایک ایسی انسانی ضرورت ہے جسے شریعت اسلامیہ نے بہت آسان اور نہایت سستا بنایا ہے۔ چنانچہ نکاح کی حقیقت میں چھ باتیں شامل ہوتی ہیں جس میں دو فرائض، ایک واجب اور تین سنتیں ہیں۔ فرائض میں سے پہلا ایجاب و قبول اور دوسرا دو گواہوں کا موجود ہونا جبکہ واجب کو حق مہر کہتے ہیں اور تین سنتوں میں سے پہلی سنت خطبہ نکاح دوسری تقسیم میں چھوارا اور تیسری رخصتی کے بعد حسب حیثیت ولیمہ ہے۔ ان اعمال کے علاوہ شادی کے موقع پر جتنے بھی کام کیے جاتے ہیں وہ غیر شرعی اور خلاف سنت ہیں۔

اسلامی تعلیمات کے بغور مطالعہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ سب سے زیادہ سستی چیز اگر کوئی تھی تو یہی نکاح تھا کہ جس میں حق مہر کو بھی ادھار رکھوایا جاسکتا ہے مگر مسلمانوں نے اس کو اتنا مہنگا اور رسم و رواج کی زنجیروں سے ایسا جکڑ دیا کہ یہ اب غریبوں کے لیے مصیبت بننے کے ساتھ ساتھ امیروں کے لیے بھی زحمت بنتا جا رہا ہے۔ عصری حالات اور ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے مقالہ ہذا میں عقد نکاح کا درست اسلامی تصور پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ امت مسلمہ خرافات سے بچتے ہوئے عقد نکاح کو شریعت کے مطابق انجام دیکر صحیح معنوں میں اس کی برکات حاصل کر سکے۔

عقد نکاح کی ضرورت واہمیت

اسلامی شریعت میں نکاح کی اہمیت وافادیت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت انسان کو زمین کی خلافت اور اس کی آبادکاری کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جب انسان کی نسل باقی رہے اور وہ اس طرح زندگی بسر کریں کہ دنیاوی ضروریات کی تکمیل کیساتھ ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا جو حق ان پر ہے اس کو بھی ادا کرتے رہیں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانیت کی سرشت میں فطری خواہشات اور نفسیاتی محرکات ودیعت فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک محرک کھانے پینے کی اشیاء ہیں کہ شکم سیری سے آدمی کا وجود باقی رہتا ہے۔ دوسرا محرک جنسی خواہش ہے جس پر نسل انسانی کی بقا کا انحصار ہے۔ اول تا آخر سارے انبیاء علیھم السلام نے نکاح کر کے اپنی اپنی امت کو یہ پیغام دیا کہ وہ نکاح کر کے اپنی عزت و آبرو اور نسل کی حفاظت کرتے ہوئے جائز طریقے سے اپنی فطری خواہشات کو پورا کریں۔ عقد نکاح کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ

کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نہ صرف نکاح کا ذکر ملتا ہے بلکہ اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وانْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وإمائكم اِنْ يَّكُوْنُوْا فقراء يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فضله وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔[4]

تم میں سے جو مرد و عورت بے نکاح ہوں، ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک غلام اور لونڈیوں کا بھی، اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔

آیات بالا میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم میں سے جو بغیر نکاح کے افراد ہیں تو ان کے نکاح کر دو اگر تمہیں ان کے مفلس ہونے کا ڈر ہو گا ہو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل سے انہیں مال و دولت عطا فرمائے گا۔ اگر کوئی شخص اپنے ایمان و اخلاق کی حفاظت اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی کے لیے نکاح کرتا ہے تو ایسے شخص کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مالی خوشحالی کا وعدہ فرمایا ہے بلکہ قران مجید میں ایک اور مقام پر مسلمانوں کو ایک سے زائد نکاح کرنے کی بھی اجازت دی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النساء مَثْنٰى وَثُلٰثَ ورباع فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔[5]

تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں، دو دو یا تین تین یا چار چار ان سے نکاح کر لو۔ اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ سب عورتوں سے یکساں سلوک نہیں کر سکو گے تو پھر ایک عورت کافی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ گویا نکاح کا عمل قانون فطرت اور فطری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ قران حکیم میں نکاح کا مقصد معاشرے اور افراد معاشرہ میں تسکین جذبات کیساتھ ساتھ ذہنی اور فکری پاکیزگی پیدا کرنا بتایا گیا ہے چنانچہ اسلامی شریعت میں اس کی مشروعیت پر اجماع ہو چکا ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی نکاح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي وَتَزَوَّجُوا فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ۔[6]

نکاح میری سنت ہے جو میری سنت پر عمل نہ کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نکاح کیا کرو اس لیے کہ تمہاری کثرت پر میں دوسری امتوں کے سامنے فخر کروں گا۔

اسی طرح صحیح مسلم میں نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ۔[7] اے نوجوانوں کے گروہ جو تم میں سے نکاح کرنے کی طاقت رکھتے ہوں انہیں چاہیے کہ وہ نکاح کریں۔ کیونکہ نکاح کرنا نگاہ کو بہت زیادہ نیچا رکھنے والا اور زنا سے محفوظ رکھنے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیات اور احادیث مبارکہ سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ نکاح کرنا نہ صرف اللہ اور اس کے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے حکم کی تعمیل ہے بلکہ تکمیل دین اور حفاظت ایمان کا ذریعہ بھی ہے۔ اسلام انسان کو معاشرے کے اندر رہ کر ایک معتدل زندگی بسر کرنے اور مرد و عورت کے باہمی تعلق سے ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کرنے کا درس دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ نکاح کی اہلیت اور استطاعت رکھنے کے باوجود نکاح سے عدم رغبت رکھنے والا مسلمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی رحمت و قرب سے دور ہو گا۔ صاحب استطاعت اور نکاح کی اہلیت رکھنے والے افراد کا نکاح نہ کرنے کا عمل ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے چند اصحاب آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے پاس گئے

اور رسول اللہ کی خلوت کے اعمال دریافت کیے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں عورتوں سے شادی نہیں کروں گا، دوسرے نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا، تیسرے نے کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ جب یہ باتیں رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو معلوم ہوئیں تو آپ ﷺ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا:

وَاللهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النساء، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔[8]

سنو اللہ کی قسم بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرنے والا اور یقینا میں تم سب سے زیادہ متقی ہوں۔ لیکن میں روزہ رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں، رات کو سوتا بھی ہوں۔ میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں، سنو جس نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ میرے طریقے پر نہیں ہے۔

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کے آخری الفاظ کے دو مطلب ہیں کہ جس شخص نے سستی یا کوتاہی کی بنا پر میری سنت کو ترک کیا وہ میرے طریقہ محمودہ پر نہیں ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے میری سنت کو حقیر اور براجان ترک کیا وہ میرے طریقہ یعنی دین اسلام پر نہیں ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ دین اسلام عبادات کی اجتماعی ادائیگی کو معاشرے میں اہمیت دیتا ہے اور حجرہ نشینی گوشہ نشینی یا تزکیہ نفس کے نام پر معاشرے سے الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر کرنے یا عورت سے علیحدگی اختیار کرنے جیسے تمام نظریات کی مخالفت کرتا ہے اور بلاوجہ شادی نہ کرنے والے لوگوں کو ناپسندیدہ گردانتا ہے۔

عقد نکاح کے اسلامی معیارات

اسلام میں نکاح کا لفظ ایک مقدس مفہوم کا حامل ہے جس کے تقدس کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے اسے اپنی سنت قرار دیا ہے۔ نسبت استناد کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ اسی نسبت سے اشیاء کی قدر و قیمت بلند اور کم ہوتی ہے۔ اسی سے اشیاء میں روحانیت پیدا ہوتی ہے۔ اسلام میں نکاح صرف جنسی تسکین کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جسے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے نسبت حاصل ہے۔ اسلام نے نکاح کا جو تصور پیش کیا ہے اسی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے خیر و برکت ودیعت فرمائی گئی ہے۔ اس کے علاوہ نکاح کا جو سماجی تصور جدید معاشروں میں نظر آتا ہے وہ اپنی تمام چمک دمک کے ساتھ روحانیت، خیر و بھلائی اور حقیقی سعادتوں سے خالی ہے۔ ذیل میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عقد نکاح کے معیارات کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ نکاح کرنے والا اپنی شرعی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے بوقت نکاح ان امور کی رعایت کرے اور نکاح کے انوار و برکات سے اپنی زندگی روشن رکھ سکے۔

نکاح کیلئے مرد و عورت کی باہمی رضامندی

شریعت مطہرہ میں والدین اور اولاد دونوں کے حقوق مقرر کیے گئے ہیں۔ اولاد کو چاہیے کہ وہ والدین کی عزت و احترام میں کوئی کمی نہ آنے دیں اسی طرح والدین کو بھی چاہیے کہ وہ نکاح کے معاملے میں اولاد کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھیں۔ نیز والد کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اپنی عاقلہ بالغہ بیٹی کا نکاح کرتے ہوئے اس سے اجازت طلب کرے۔ اگر باپ نے اپنی بیٹی کا نکاح اس سے اجازت طلب کیے بغیر کر دیا، تو یہ نکاح منعقد نہ ہو گا بلکہ اس لڑکی کی اجازت پر موقوف ہو گا۔ اگر لڑکی اجازت دے تو نکاح ہو گا ورنہ نہیں۔ البتہ اگر باپ لڑکی سے اجازت طلب کرے وہ خاموش رہے، زبان سے اپنی رضا یا ناراضگی کا اظہار نہ کرے، تو کنواری ہونے کی صورت میں یہ نکاح صحیح اور اگر پہلے سے شادی شدہ یعنی بیوہ یا مطلقہ ہو تو یہ نکاح صحیح نہ ہو گا۔ بلکہ جب تک صراحتاً زبان سے اجازت نہ دے اس وقت تک موقوف رہے گا۔ اسی سلسلے میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الْأَيِّمُ أَمْلَكُ بِأَمْرِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا، وَصَمْتُهَا إِقْرَارُهَا۔[9]

بیوہ اپنے ولی سے زیادہ اپنے نفس کی حقدار ہے اور کنواری لڑکی یعنی بالغہ سے اس کے نفس کے بارے میں اجازت طلب کی جائے گی اور اس کی خاموشی بھی اس کی اجازت ہو گی۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ ثیبہ یعنی بیوہ یا متعلقہ کو نکاح کے معاملے میں اختیار ہے اور وہ ولی کی رضامندی کی پابند نہیں ہے اور باکرہ یعنی کنواری ہو، تو وہ شرمیلی ہوتی ہے لہذا اس کی خاموشی کو اجازت پر محمول کیا گیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ولی کو کنواری لڑکی کی رضا کے بغیر اس پر بھی اپنی مرضی مسلط کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ:

إِنَّمَا مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْوَلِيَّ لَا يُزَوِّجُهَا إِلَّا بِرِضَاهَا وَأَمْرِهَا۔[10]

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد 'الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا' کے معنی اکثر اہل علم کے مطابق یہ ہیں کہ ولی اس بیوہ عورت کی رضا اور اجازت کے بغیر اس کا نکاح نہیں کرے گا۔

مذکورہ بالا ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے ایک عاقل بالغ مرد اپنے نکاح کرنے میں خود مختار ہے، لیکن بالغہ عورتوں کے نکاح کے معاملے میں سرپرستوں کے حق ولایت میں اختلاف ہے۔ البتہ بالغ لڑکے یا لڑکیوں پر اولیاء کو ولایت مستحبہ حاصل ہے۔ تاہم بالغ لڑکیوں کی رضا اور ان کی اجازت ہر حالت میں ضروری قرار دی گئی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

أَنَّ جاريةً بِكْرًا أتتِ النَّبيَّ ﷺ، فذَكَرت أنَّ أباها زوَّجَها وَهيَ كارِهَةٌ فخيَّرَها النَّبيُّ ﷺ۔[11]

ایک کنواری لڑکی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے بیان کیا کہ اس کے باپ نے زبردستی ایک جگہ اس کا نکاح کر دیا ہے اس پر رسول اللہ ﷺ نے اسے نکاح کے باقی رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار دے دیا۔

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اسلام عورت کو مسلمان مردوں میں سے اپنے لیے شوہر کے انتخاب کا حق عطا فرماتا ہے لیکن اس معاملے میں اس کے لیے اپنے باپ دادا یا دوسرے اولیاء کی رائے کا لحاظ ضروری ہے اگرچہ اولیاء کو یہ حق حاصل نہیں کہ عورت کی مرضی کے خلاف کسی سے اس کا نکاح کر دیں مگر عورت کے لیے بھی یہ مناسب نہیں کہ اپنے خاندان کے ذمہ داروں کے برخلاف جس کے ساتھ چاہے نکاح کرلے۔

مذکورہ بالا احکام کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ نکاح کے معاملے میں اصل فریق مرد اور عورت ہیں ایجاب و قبول ناکح اور منکوحہ کے درمیان ہوتا ہے۔ بالغہ عورت شوہر دیدہ ہو یا باکرہ، نکاح اس کی رضامندی اور اجازت کے بغیر منعقد نہیں ہو سکتا۔ مگر شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ عورتیں اپنے نکاح کے معاملے میں اس درجہ خود مختار ہو جائیں کہ اپنے اولیاء کی مرضی اور خاندانی مصلحتوں کے خلاف جس کو چاہیں، اپنے خاندان میں داماد کی حیثیت سے لے آئیں۔ نظام معاشرت کو اختلال و برہمی سے محفوظ رکھنے اور خاندان کے اخلاق و معاملات کو اندرونی و بیرونی فتنوں سے بچانے کی ذمہ داری مرد پر ہوتی ہے اور اسی مقصد کے پیش نظر عورت پر یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ جو شخص اس کے نظم کا ذمہ دار ہو اس کی اطاعت کرے اور وہ شخص اس کا شوہر، باپ یا بھائی کوئی بھی ہو سکتا ہے۔

امور کفاءت کی پاسداری کا حکم

مرد و عورت کو رشتہ ازدواج میں منسلک کرنے سے پہلے ان کے اولیاء پر لازم ہے کہ وہ اس رشتہ کی استواری اور خوشگواری

برقرار رکھنے کی غرض سے مرد و عورت کی دینی معاشی اور معاشرتی مناسبت کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ کیونکہ اس مناسبت کو نظر انداز کر کے وہ اعلیٰ و ارفع مقاصد حاصل نہیں کیے جاسکتے جو ایک صالح تمدن اور مستحکم معاشرے کو وجود میں لانے کے لیے ناگزیر ہوتے ہیں۔ مسئلہ کفاءت تو عقل اور نقل دونوں سے ثابت ہے۔ تفصیلات سے قطع نظر، بجائے خود نکاح میں اس کے معتبر ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

اس مسئلے کا ماخذ متعدد احادیث ہیں مثلاً:

لَا تُنْكِحُوا النِّسَاءَ إِلَّا الْأَكْفَاءَ ۔[12]

عورتوں کی شادیاں نہ کرو مگر ان لوگوں کے ساتھ جو کفو ہوں۔

يَا عَلِيُّ، ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا: الصَّلَاةُ إِذَا أَتَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُؤًا۔[13]

اے علی تین کام ہیں جن کو ٹالنا نہ چاہیے ایک نماز جب کہ اس کا وقت آجائے دوسرے جنازہ جبکہ تیار ہو جائے تیسرے بن بیاہی عورت کا نکاح جبکہ اس کے لیے کفو مل جائے۔

امام محمد نے کتاب الاثار میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ میں شریف گھرانوں کی عورتوں کے نکاح کفو کے سوا کہیں اور نہ کرنے دوں گا۔[14] ائمہ اربعہ میں امام ابو حنیفہ امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم تو کفاءت میں پانچ چیزوں کا لحاظ کرتے ہیں یعنی پہلا اسلام، دوسرا دیانت و تقوی، تیسرا نسب، چوتھا مال اور پانچواں پیشہ۔ مگر امام مالک نے صرف دو چیزوں یعنی ایک دین و عقیدہ یعنی مسلمان ہو دوسرا اصلاح یعنی اخلاق و کردار میں برابری کو ضروری قرار دیا ہے۔[15] فقہاء کرام کے متذکرہ بالا امور کفاءت کی اہمیت وافادیت مسلمہ ہے۔ ان کا لحاظ کئے بغیر نہ تو عورت اور مرد کے تعلق کے کو دوام و پائیداری نصیب ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس تعلق سے دینی و دنیاوی برکات و ثمرات سے مستفید ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ ان تمام امور کفاءت میں بیک وقت اعتبار کیا جانا بہت دشوار اور مشکل نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام کفاءت کے قائل تو ہیں لیکن تمام امور میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ البتہ دینداری اور دیانت واخلاق کا معتبر ہونا تمام فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

اس مسئلے کی نقلی دلیل کے ساتھ عقل کا صریح تقاضا بھی یہی ہے کہ کسی لڑکی کو کسی شخص کے نکاح میں دیتے وقت یہ دیکھا جائے کہ وہ شخص اس کے جوڑ کا ہے کہ نہیں۔ اگر جوڑ کا نہ ہو تو یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ ان دونوں کا نباہ ہو سکے گا۔ جبکہ نکاح سے مقصود تو عقلاً اور نقلاً بھی یہی ہے کہ زوجین کے درمیان مودت و رحمت ہو اور وہ ایک دوسرے کے ذریعے سکون حاصل کر سکیں۔ بے جوڑ نکاح سے اس مقصود کے حاصل ہونے کی توقع کرنا عبث ہوگی۔ فی الجملہ عقل عام یہ تقاضا کرتی ہے کہ زندگی بھر کی شراکت و رفاقت کے لیے جن دو ہستیوں کا ایک دوسرے سے جوڑ ملایا جارہا ہے ان کے درمیان اخلاق، دینداری، خاندان، معاشرتی طور طریقے معاشرتی عزت و حیثیت اور مالی حالات سمیت ساری ہی چیزوں کی مماثلت دیکھی جانی چاہیے۔ ان امور میں اگر پوری یکسانیت نہ ہو تو کم از کم اتنا تفاوت بھی نہ ہو کہ زوجین اس کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور رفاقت نہ کر سکیں۔ یہ انسانی معاشرت کا ایک عملی مسئلہ ہے جس میں حکمت عملی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر عقد نکاح کے سلسلے میں تمام اولاد آدم کے یکساں ہونے کا نظریہ لاگو کر دیا جاتا تو لاکھوں گھر برباد ہو جاتے۔

عقد نکاح کی غرض سے مرد و عورت کا ایک دوسرے کو دیکھنا

اسلام جہاں اجنبی عورتوں کے حسن اور زیب و زینت کو دیکھنے سے منع کرتا ہے وہاں رشتہ داری کرنے، منگنی اور نکاح کے سلسلہ میں مرد اور عورت کے دائمی تعلق پائیداری اور استواری کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس بات کی اجازت بھی دیتا ہے کہ اگر ممکن ہو تو پیغام

نکاح سے پہلے عورت کو دیکھ لیا جائے تا کہ بعد میں افسوس نہ ہو۔ اسی لیے عقد نکاح سے پہلے لڑکی اور لڑکے کا ایک دوسرے کو دیکھنا بشرط یہ کہ شادی کا ارادہ ہو جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا، تو رسول رسول اللہ خاتم النبیین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان سے فرمایا:

اِذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا. فَفَعَلَ فَتَزَوَّجَهَا فَذَكَرَ مِنْ مُوَافَقَتِهَا۔[16]

جاؤ اسے دیکھ لو کیونکہ اس سے شاید اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہارے دلوں میں محبت پیدا فرمادے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر اس سے نکاح کر لیا۔ بعد میں انہوں نے رسول اللہ خاتب خاتم النبیین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے اپنی بیوی کی موافقت اور عمدہ تعلق کا ذکر کیا۔

ایک اور مقام پر رسول اللہ خاتم النبیین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ۔[17]

جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو حتی الامکان اسے دیکھ لینا چاہیے کہ آیا اس میں کوئی چیز ہے جو اس کو اس عورت کے ساتھ نکاح میں رغبت دلانے والی ہو۔

عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: خَطَبْتُ امْرَأَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:" أَنَظَرْتَ إِلَيْهَا؟" قُلْتُ: لَا، قَالَ:" فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا۔[18]

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دور میں ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا کہ کیا تو نے اسے دیکھ بھی لیا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں دیکھا۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا اس عورت کو دیکھ لیجئے اس سے محبت ہو الفت بڑھے گی۔

پس معلوم ہوا کہ جب کسی جگہ نکاح کرنے کا پختہ ارادہ ہو، تو نکاح سے پہلے لڑکا یا لڑکی کا ایک دوسرے کو ایک مرتبہ براہ راست دیکھ لینا بہتر ہے اور اس دیکھنے کو شادی کے بعد محبت کا سبب بتایا گیا ہے۔ لہذا جب بقیہ کوائف سے دل مطمئن ہو، نکاح کرنے کا ارادہ ہو، تو نکاح سے پہلے ایک نظر لڑکا، لڑکی کو اور لڑکی، لڑکے کو دیکھ سکتی ہے اور شریعت میں اس کی باقاعدہ اجازت ملتی ہے۔ البتہ اس میں مندرجہ ذیل باتوں کو مد نظر رکھنا چاہیے:

- لڑکی کو دیکھنے کی غرض اپنی دیکھنے کی خواہش پوری کرنا نہ ہو بلکہ نکاح کی سنت پر عمل مقصود ہو۔
- ایک ہی مرتبہ دیکھ لیا جائے بار بار دیکھنا یا نکاح سے قبل کثرت روابط کی شرع اجازت نہیں ہے۔
- لڑکی کو کسی محرم کی موجودگی میں دیکھا جائے، محرم کے بغیر خلوت میں نہیں دیکھا جائے۔
- اس بات کا خاص اہتمام کرنا کہ لڑکا اور لڑکی تنہائی میں ایک دوسرے کو دیکھ لیں، آپس میں بات چیت کر لیں۔ شریعت میں اس کی قطعا اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ نکاح سے پہلے دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں اور شریعت میں اجنبی عورت یا مرد کے ساتھ خلوت میں ملاقات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

پیغام نکاح کا شرعی طریقہ

قرآن وحدیث میں اس بات کو مقید نہیں کیا گیا کہ کون سا فریق پیغام نکاح پہنچانے کا ذمہ دار ہے اور کس کے لیے ممنوع ہے۔ مگر عرف عام یہی ہے کہ لڑکا یا اس کے گھر والے لڑکی کے گھر والوں کو پیغام نکاح بھیجتے ہیں کیونکہ اس میں لڑکی کی عزت وتکریم ہے۔

عورت سے نکاح کا پیغام اس کے ولی کو دیا جائے گا جسے اس پر ولایت اجبار حاصل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ عَائِشَةَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّمَا أَنَا أَخُوكَ، فَقَالَ أَنْتَ أَخِي فِي دِينِ اللَّهِ وَكِتَابِهِ، وَهِيَ لِي حَلَالٌ۔[19]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا، تو انہوں نے عرض کی کہ میں تو آپ ﷺ کا بھائی ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اللہ کی کتاب کے مطابق میرے دینی بھائی ہو یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا میرے لیے حلال ہے۔

ایک سمجھ بوجھ رکھنے والی خاتون کے لیے نکاح کا پیغام خود اسی کو دینا بھی جائز ہے کیونکہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا پیغام خود انہی کو ہی بھجوایا تھا۔ لڑکی والے بھی لڑکے والوں کے پاس نکاح کا پیغام بھیج سکتے ہیں۔ کوئی بھی ولی اپنی لڑکی کو دوسروں کو نکاح کے لیے پیش کر سکتا ہے کیونکہ ایک نیک بخت شخص نے اپنی بیٹی کا رشتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا۔[20] اس کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہو جانے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان سے نکاح کرنے کی پیشکش کی تھی۔[21] پس مذکورہ بالا روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح لڑکا کسی لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح کا پیغام بھیج سکتا ہے، اسی طرح لڑکی یا اسکے ولی بھی لڑکے والوں کو نکاح کا پیغام بھیج سکتے ہیں۔ کیونکہ نکاح اسی سے کرنا چاہیے جو دل کو اچھا لگے تاکہ زندگی میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ ہو۔ جس رشتے سے دونوں میں پیار و محبت اور الفت پیدا ہو۔ شریعت اسلامیہ میں جتنا حق اس معاملے میں لڑکے کو دیا گیا ہے اتنا ہی لڑکی کو بھی ملا ہے۔

دوسرے کے پیغام نکاح پر پیغام دینے کی ممانعت

اگر کسی دو گھرانوں میں رشتہ کی بات چل رہی ہو اور رشتہ ہونے کے آثار بھی نمایاں ہوں تو اس بات کو جانتے ہوئے کسی اور مسلمان کے لیے اسی جگہ رشتے کا پیغام بھیجنا شرعاً ممنوع ہے۔ مسلمانوں کی باہمی ہمدردی اور خیر خواہی کے پیش نظر اسلام نے یہ اصولی ہدایت فرمائی ہے کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے دوسرے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام بھیجے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

لَا يَخْطُبْ أَحَدُكُمْ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، وَلَا يَبِيعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، إِلَّا بِإِذْنِهِ۔[22]

تم میں سے کوئی نہ تو اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر پیغام دے اور نہ اس کے سودے پر سودا کرے البتہ اس کی اجازت سے درست ہے۔

رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

الْمُؤْمِنُ أَخُوالْمُؤْمِنِ، فَلَايَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَبْتَاعَ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَايَخْطُبَ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَذَرَ۔[23]

ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے۔ کسی مومن کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے اور نہ اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام بھیجے یہاں تک کہ وہ خود اسے چھوڑ دے۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی لڑکی کے نکاح کی بات چل رہی ہو لیکن ابھی اس کا رشتہ طے نہ ہوا ہو تو دوسرے شخص کے لیے اس کے ہاں پیغام بھیجنا جائز نہیں۔

عورت کی دلجوئی کیلئے حق مہر کی ادائیگی

اسلام نے مرد پر یہ فرض عائد کر دیا ہے کہ وہ عورت سے بوقت نکاح اپنی استطاعت کے مطابق ہمدردی، احترام اور اس کی دل جوئی کی خاطر معاوضہ ادا کرے، جس کو شرعی اصطلاح میں حق مہر کہتے ہیں۔ مہر دراصل ایک اعزازیہ ہے جو ایک شوہر اپنی منکوحہ بیوی کو پیش کرتا ہے جس کا مقصد عورت کا اعزاز واکرام ہے۔ شریعت کا تقاضہ ہے کہ مہر کی رقم نہ تو اتنی کم رکھی جائے جس میں اعزاز واکرام بالکل مفقود ہو اور نہ اتنی زیادہ رکھی جائے کہ شوہر اسے ادا کرنے پر قادر ہی نہ ہو۔ شرعی نقطہ نظر سے ہر عورت کا اصل حق یہ ہے کہ اسے مہر مثل ادا کیا جائے۔ مہر مثل کا مطلب مہر کی وہ مقدار ہے جو اس عورت کے والد کی طرف سے خاندان میں عام طور سے اس جیسی خواتین کے نکاح کے وقت مقرر کی جاتی رہی ہو۔ لیکن یہاں بھی شریعت نے زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔ قرآن وحدیث میں اس کی ادائیگی کی بڑی تاکید ائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا۔ [24]

اور عورتوں کے حق مہر خوشی سے ادا کرو، ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے ذوق شوق سے کھاؤ۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا۔ [25]

جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو، ان کا مقررہ مہر ادا کرو اور اگر مقرر کرنے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے بے شک اللہ تعالی سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

قران مجید کے علاوہ احادیث نبویہ ﷺ میں بھی مہر کی ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کی شرطوں میں سے جس شرط کا پورا کرنا تمہارے لیے سب سے زیادہ اہم ہے، وہ شرط ہے جس کے ذریعے تم نے عورتوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے یعنی مہر کی ادائیگی۔[26] شریعت اسلامیہ میں مہر کی کوئی مقدار معین نہیں فرمائی گئی اس لیے کہ نکاح کرنے والوں کی حالت اور استطاعت مختلف ہوتی ہے۔ لہذا جہاں تک مہر کی تحدید کا تعلق ہے تو اسلامی قانون میں اس بات کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ مہر کی زیادتی میں مبالغہ کرنا اور مرد کی قوت برداشت سے زیادہ مہر مقرر کرنا ایک ناپسندیدہ فعل ہے۔ ہمارے معاشرے میں بے شمار لڑکے لڑکیوں کی منگنیاں اور نکاح اس وجہ سے ٹوٹ جاتے ہیں کہ لڑکیوں کے اولیاء کی طرف سے زیادہ اور بھاری مہر باندھنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، جبکہ لڑکوں کی قوت برداشت ادائیگی مہر میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔

عقد نکاح کا انتہائی آسان اور سادہ طریقہ

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ نکاح ایک انسانی ضرورت اور بقائے نسل کا ذریعہ ہے۔ اس لیے شریعت اسلامیہ نے اسے بہت آسان اور نہایت سستا بنایا ہے۔ نکاح کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ کوئی بھی عقد نکاح کرنے والا آدمی اپنی شادی کا پیغام کسی لڑکی کے والد یا سرپرست کو دے کہ میں فلانہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ لڑکی کے ولی لڑکے میں دین واخلاق پائیں اور چاہیں تو اس سے رشتہ طے کر سکتے ہیں۔ سطور ذیل میں اختصار سے عقد نکاح کے طریقہ سے متعلق شرعی احکام کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ نکاح کرنے کے لیے آسانی پیدا ہونے

کیساتھ مسنون طریقہ سے نکاح ہو سکے:

- نکاح سے پہلے شادی کا پیغام پہنچانا اور منگنی کے ذریعے رضامندی کے ساتھ شادی کی بات پکی ہونا لازمی ہوتا ہے۔
- اس وقت سماجی اور حکومتی سطح پہ نکاح نامہ رجسٹر کروانے کی بڑی سخت ضرورت بن گئی ہے۔ اس لیے قاضی صاحبان جنہیں نکاح پڑھانے کے لیے مدعو کیا جائے انہیں چاہیے کہ نکاح نامہ اور دیگر کاغذی امور مکمل کرلیں۔
- مہر طے کیا جائے بلکہ بہتر ہے کہ اسے لکھ لیا جائے تاکہ زوجین یا ان کے خاندان والوں میں بعد میں کوئی تنازع نہ ہو سکے۔
- لڑکی کی طرف سے اس کے ولی کی رضامندی حاصل ہو اور وہ وہاں موجود بھی ہو یا اس کی رضامندی سے اس کا کوئی وکیل موجود ہو۔ نکاح ہوتے وقت دو عادل گواہ موجود ہوں۔
- مذکورہ بالا کام ہو جانے کے بعد اب قاضی کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرکے خطبہ مسنونہ پڑھیں۔
- خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد امام یا قاضی جنہیں لڑکی کے ولی نے اپنا وکیل بنایا ہے کو چاہیے کہ وہ لڑکے سے کہے کہ میں اپنی وکالت میں فلاں فلانا بن فلاں کا نکاح اپ سے کرتا ہوں کیا آپ کو قبول ہے، تو لڑکا کہے کہ مجھے قبول ہے نکاح مکمل ہو گیا۔
- دولہے کو چاہیے کہ لڑکی کی رخصتی کے بعد اپنی مالی حیثیت سے ولیمہ کریں۔

یہی نکاح کا اسلامی طریقہ ہے جس میں کسی خاص محفل، رسم ورواج اور کسی بھی قسم کی تصنع کی ضرورت نہیں ہوتی۔ شریعت اسلامیہ میں عقد نکاح کے متعلق یہ ہدایت اور رہنمائی دی گئی ہے کہ شادیاں ہلکی پھلکی اور کم خرچ پر مشتمل ہوں اور بشارت سنائی گئی ہے کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے شادیوں میں اور ان کے نتیجوں میں بڑی برکتیں پیدا ہوں گی۔ آج ہم جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور خاص کر خانگی زندگی میں جو الجھنیں پیدا ہو چکی ہیں ان کا بہت بڑا سبب یہی ہے کہ عقد نکاح کے بارے میں رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی مذکورہ بالا ہدایات سے انحراف کرکے ہم آسمانی برکات اور خداوندی عنایات سے محروم ہو گئے ہیں۔

حاصل بحث

حاصلِ بحث یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر اسے دو جنسوں مرد اور عورت میں تقسیم فرماتے ہوئے دونوں میں ایک دوسرے کے لیے طبعی میلان رکھ دیا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے دونوں کو ایک دوسرے سے قریب کردے۔ یہ فطری میلان کسی مخصوص خطے کی مخلوق میں پیدا نہیں کیا بلکہ تمام مخلوقات میں پیدا فرمایا جن میں انبیاء کرام علیھم السلام جیسی مقدس ہستیاں، صحابہ کرام، تابعین، آئمہ کرام، صوفیاء بزرگ، علمائے مسلم وغیر مسلم، چوپائے، چرند پرند درندے اور سمندری مخلوقات سب شامل ہیں۔ مرد وعورت کا ایک دوسرے کی جانب میلان عین فطری عمل ہے۔ دین اسلام مکمل فطری تعلیمات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اپنے ماننے والوں سے کوئی ایسا مطالبہ نہیں کرتا جس سے فطری ضروریات کو کچلنا لازم آتا ہو۔ یقیناً فطری جذبات کو مسترد کرنا کبھی بھی خیر کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔ جب کبھی ایسی کوششیں کی گئیں تو اس کا بدترین ردعمل دیکھنے میں آیا۔ شریعت اسلامیہ نے نکاح کا ایک آفاقی اور آسان تصور پیش کیا تاکہ اس کے ذریعے حیا اور پاک دامنی کے حصول کو ممکن بنایا جاسکے اور نکاح کے اس عمل سے وابستہ افراد پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے اہل بن سکیں۔ شریعت نے نکاح کو صرف جنسی تسکین تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ایک مکمل اور پائیدار شکل دے کر مرد و عورت دونوں کو اس معاہدے کا ذمہ دار بنایا۔ جس میں مرد کے ذمہ کسب معاش، نان ونفقہ، سکونت اور لباس کا انتظام کرنا ہے اور عورت کے ذمہ حمل، رضاعت اور بچے کو اپنی آغوش میں تربیت دینا لازمی قرار دیا نیز انہیں پابند کیا کہ دونوں مل جل کر زندگی کے تمام معاملات مثلاً دکھ درد غمی خوشی عسر یسر، شادابی وتابانی اور سرد وگرم حالات کا سامنا کرتے ہوئے اپنے فیصلوں میں برابر کے شریک رہ کر، ایک صالح

معاشرے کے قیام میں اپنا کردار ادا کریں۔

سفارشات

- سرکاری خزانہ سے نادار اور بے سہارا بچیوں کی تعلیم اور ان کی شادیوں کے لیے انتظام کیا جائے اور اس کے لیے مستقل کوٹہ مقرر کیا جائے۔ ہر صوبہ میں اس کے لیے مستقل ایک محکمہ کیا جا قائم کیا جائے۔ جب ملک میں ثقافت اور دیگر کاموں کے لیے کروڑوں روپے صرف کیے جاسکتے ہیں تو اس مد میں خرچ کرنے میں کون سی رکاوٹ ہے۔
- شادی کے موقع پر اطلاع کے لیے کارڈ چھپوائے جانے کی مد میں ہزاروں روپے خرچ کیے جاتے ہیں، حالانکہ اس کا حاصل صرف اطلاع دینا ہوتا ہے اس سلسلے میں بھی قانون سازی کی ضرورت ہے۔ شادی کی اطلاع کے لیے اگر کارڈ چھپوانے کی ضرورت بھی ہو تو معمولی درجے کے چھپوائے جائیں۔
- نیوتا یعنی شادی کے موقع پر پیسے لیں لینے دینے کی رسم پڑ چکی ہے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دینے والا اس نیت سے دیتا ہے کہ آئندہ کسی موقع پر یہ رقم مزید بڑھا کر اسے واپس دے دی جائے گی یہ ایک طرح کا سودی قرض ہے اس کا تذکرہ بھی قانون سازی میں شامل کیا جائے۔
- عقد نکاح کے سلسلے میں سہولیات پیدا کرنے کے لیے سب سے زیادہ ذمہ داری ان افراد پر عائد ہوتی ہے جو کھاتے پیتے، امیر اور صاحب اقتدار طبقہ کے گھرانے کہلاتے ہیں۔ جب تک یہ لوگ اپنے خاندانوں میں شادی سادگی کے ساتھ نہیں کریں گے اور معاشرے میں رائج رسومات سے دستبردار نہ ہوں گے اس وقت تک تبدیلی ناممکن ہے محض قانون ہی تبدیلی کا سبب نہیں بنتا بلکہ اس کے لیے عملی کردار ادا کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1 الجرجانی، علی بن محمد، **كتاب التعريفات**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1983ء)، 1/315۔

2 العینی، بدر الدین محمود بن احمد، **عمدة القاري شرح صحيح البخاري**، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، سن ندارد)، 20/64۔

3 شامی، علامہ محمد امین، **حاشیه ابن عابدین**، (بیروت: دار الفکر، 1421ھ)، 3/23۔

4 سورۃ النور 24:32۔

5 سورۃ النساء 4:3۔

6 ابن ماجۃ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، **السنن**، (ریاض: دار السلام، 2014ء)، كِتَابُ النِّكَاحِ، بَابُ ما جاء في فضل النكاح، رقم الحدیث: 1846۔

7 مسلم، ابن الحجاج القشیری، **صحيح مسلم**، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، كِتَاب النِّكَاحِ، باب اسْتِحْبَابِ النِّكَاحِ لِمَنْ تَاقَتْ نَفْسُهُ إِلَيْهِ وَوَجَدَ مُؤْنَةً وَاشْتِغَالِ مَنْ عَجَزَ عَنِ الْمُؤَنِ بِالصَّوْمِ، رقم الحدیث: 3398۔

8 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحيح**، (ریاض: دار السلام، 2013ء)، کتاب النكاح، باب الترغيب فى النكاح، رقم الحدیث: 1949۔

9 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، **السنن**، (ریاض: دار السلام، 2016ء)، كتاب النكاح ، باب فِي الثَّيِّبِ، رقم الحدیث: 2098۔

10 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، **السنن**، (مصر: دار طوق نجاۃ، 1999ء)، كتاب النكاح عن رسول الله ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي اسْتِئْمَارِ الْبِكْرِ وَالثَّيِّبِ، رقم الحدیث: 1108۔

11 اَبو داوٗد، **السنن**، كِتَاب النِّكَاحِ، باب فِي الْبِكْرِ يُزَوِّجُهَا أَبُوهَا وَلاَ يَسْتَأْمِرُهَا، رقم الحدیث: 2096۔

12 الدار قطنی، علی بن عمر بن احمد، **سنن الدارقطنی**، (دمشق: دار الفکر، 1998ء)، کتاب النکاح، باب المهر، رقم الحدیث: 3601۔

13 الترمذی، **السنن**، كتاب الصلاة, باب مَا جَاءَ فِي الْوَقْتِ الأَوَّلِ مِنَ الْفَضْلِ، رقم الحدیث: 171۔

14 الصنعانی، عبد الرزاق بن ہمام، **المصنف**، (دمشق: دار الفکر، 2001ء)، کتاب النکاح، باب الأكفاء، رقم الحدیث: 10324۔

15 مجیب اللہ ندوی، مولانا، **اسلامی فقہ**، (لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، سن ندارد)، ص 334۔

16 ابن ماجۃ، **السنن**، كِتَابُ النِّكَاحِ، باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوجها، رقم الحدیث: 1865۔

17 ابو داوٗد، **السنن**، كِتَاب النِّكَاحِ، باب فِي الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلَى الْمَرْأَةِ وَهُوَ يُرِيدُ تَزْوِيجَهَا، رقم الحدیث: 2082۔

18 النسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، **السنن**، (ریاض: دار الحضارة للنشر والتوزیع، 2015ء)، كتاب النكاح، بَابُ : إِبَاحَةِ النَّظَرِ قَبْلَ التَّزْوِيجِ، رقم الحدیث: 3237۔

19 البخاری، **الجامع الصحیح**، كِتَابُ النِّكَاحِ، بَابُ تَزْوِيجِ الصِّغَارِ مِنَ الْكِبَارِ، رقم الحدیث: 5081۔

20 سورۃ القصص 28:27۔

21 البخاری، **الجامع الصحیح**، كِتَابُ النِّكَاحِ، بَابُ عَرْضِ الإِنْسَانِ ابْنَتَهُ أَوْ أُخْتَهُ عَلَى أَهْلِ الْخَيْرِ، رقم الحدیث: 5122 ۔

22 ابو داوٗد، **السنن**، كِتَاب النِّكَاحِ، باب فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، رقم الحدیث: 2081

23 مسلم، **صحیح مسلم**، كِتَابُ النِّكَاحِ، باب تَحْرِيمِ الْخِطْبَةِ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَأْذَنَ أَوْ يَتْرُكَ، رقم الحدیث: 3464۔

24 سورۃ النساء 4:4۔

25 سورۃ النساء 4:24۔

26 النسائی، **السنن**، كتاب النكاح، بَابُ : الشُّرُوطِ فِي النِّكَاحِ، رقم الحدیث: 3284۔